رجسٹرڈ ایل نمبر ۴۳۵

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ واسع علیم

دین کی نصرت کے لئے اک آسماں پر شور ہے | عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا | آ گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل لانے کے دن

الفضل

دنیا میں ایک نبی آیا۔ پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کریگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔
الہام مسیح موعود

چندہ غیر ممالک سے
سات روپے
قیمت سالانہ پیشگی [illegible]
[illegible]

فہرست مضامین

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ الہام مسیح موعود

جلد ۵ | ۹ مارچ ۱۹۱۸ء | شنبہ | ۲۵ جمادی الاوّل ۱۳۳۶ھ | نمبر ۷۲

مدینۃ المسیح علیہ السلام

حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالےٰ کو پہلے کی نسبت آرام ہے۔ لیکن ابھی پوری صحت نہیں ہوئی۔

جناب میر قاسم علی صاحب و جناب شیخ عبدالرحمن صاحب مصری کلاس والا ضلع سیالکوٹ بھیجے گئے ہیں۔ جہاں آریوں کا جلسہ ہے۔ اور ۱۲-۱۳ کو احمدیہ جلسہ ہوگا۔

ہفتہ مختتمہ میں مندرجہ ذیل احباب تشریف لائے۔ چوہدری چھجو خان صاحب و چوہدری محمد بخش صاحب سرونڈہ سے۔ چوہدری غلام احمد صاحب وکیل پاکپٹن سے۔ چوہدری حشمت خان لنگڑ وعہ سے۔ بھاگدین صاحب گوجرانوالہ سے۔ کرم الٰہی بخش صاحب جنڈیالہ (ہوشیارپور) سے۔ فضل احمد صاحب لائلپور سے۔ پیر محمد صاحب تخت ہزارے سے۔ محمد صادق صاحب

اخبار احمدیہ

ضلع جہلم میں تبلیغ

حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی ضلع جہلم میں مصروف تبلیغ ہیں آپکے ذریعہ اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق کو سلسلہ حقہ احمدیہ میں داخل فرما رہا ہے۔ مختلف دیہات میں قریباً چالیس شخص ۱۹ فروری سے ۸ فروری تک بیعت کر چکے ہیں اللھم زد فزد۔ آپکے وعظ مؤثر ثابت ہو رہے ہیں بعض احمدی بھائیوں نے آپکے مواعظ سے متاثر ہوکر ترقی اسلام کے لئے خاص چندے دینے کے وعدے کئے ہیں۔

ماہواری چندہ ادا کرنا ہر احمدی کا فرض ہے

اخویم منشی نظام الدین صاحب سب پوسٹماسٹر پنشنر لکھتے ہیں کہ جب وہ سری گوبندپور میں سب پوسٹماسٹر تھے۔ تو بیس روپے تنخواہ تھی۔ ایک دن خیال آیا کہ میں احمدی کہلاتا ہوں۔ لیکن چندہ نہیں دیتا۔ حالانکہ یہ ضروری بات ہے۔ اسپر دعا کی کہ خدایا اگر تیس روپے تنخواہ ہو جائے۔ تو میں چندہ دیا کروں گا۔ چھ ماہ کے بعد تنخواہ تیس ہو گئی۔ اور میں آٹھ آنے چندہ دینے لگ گیا۔ ڈیڑھ سال بعد دعا کی کہ خدایا چالیس روپے ہو جائے تو عمر ماہوار مسیح موعود کی خدمت میں چندہ دوں گا۔ ابھی تین ماہ نہیں گذرے تھے کہ خدا نے چالیس روپے تنخواہ کر دی یہ تنخواہ لیتے ہوئے چار ماہ گذر گئے مگر چندہ ایک پیسہ بھی نہ دے سکا۔ ایک دن خواب میں حضرت مسیح موعود تشریف لائے۔ اور تین دفعہ فرمایا کہ وہ منشی جی چندہ کیوں بند کر دیا یہ تو عمر کا بیمہ تھا۔ یہ خواب دیکھ کر جب بیدار ہوا۔ تو اپنی حالت پر افسوس کیا۔ اور چار ماہ میں سے دو ماہ کا چندہ بھیجا۔ اور پھر بھی سستی ہی کرتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد تنخواہ بجائے چالیس کے تیس رہ گئی۔ اسوقت اپنی غفلت پر آگاہی ہوئی۔ اور ہر ماہ باقاعدہ چندہ دینا شروع کیا اور خدا نے چالیس

نظم

یہ نصیحت ہے غریبانہ مگر ہے خوب تر

از جناب مولوی محمد ابوالحمید صاحب ناظم عدالت دیوانی و جائنٹ مجسٹریٹ ضلع پربھنی علاقہ سرکار نظام دکن

مصلح موعود بیشک ہے یہی فضل عمر
خالق اکبر نے دی تھی جسکے آنے کی خبر

منتظر آمد کی جسکے تھے گروہ قدسیاں
جسکی آمد پر لگی تھی ایک عالم کی نظر

جسکی آمد کی خبر دی تھی خدائے پاک نے
جس کا آنا پہلے ہی سے ہو گیا تھا مشتہر

جسکی آمد کے لئے بیتاب تھا ہر ایک دل
مضطرب نظارہ کو جس کی تھی چشم منتظر

منحصر آمد پہ جس کی فضل رب العالمین
جس کا آنا رحمت حق کا تھا آنا سر بسر

وقت پر آیا ہے وہ آیا صولت و سطوت کیساتھ
نصرت حق ساتھ لایا وہ عزیز نامور

نور ایماں اسکے آنے سے زیادہ ہو گیا
دین حق پوری ہوئی آنے سے اسکے سر بسر

ہے اولو العزم اپنے کاموں میں بفضل کردگار
ہے یہی محمود محمود خدائے دادگر

اسکے آگے سب بڑے چھوٹے ہوئے چھوٹے بڑے
عیسی دوران نے دی تھی پہلے ہی سے یہ خبر

ہے یہی جانشیں خلافت حق نے کی اسکو عطا
دخل انساں اسمیں کیا ہے اے عدوئے بدگہر

مدعی رکھو انہی جو کہتا ہے اسکو سفری
الاماں اس قول سے اس قول سے ہو الحذر

کیا نہیں آیت استخلاف کی قرآن میں
کھو گئی تیری بصیرت ہو گیا اعمی البصر

طعنہ زن ہوتا ہے تو فضل خدا پر اے شقی
خوف کر قہار سے اسکی پکڑ سے کچھ تو ڈر

جسکو حق نے سونپ دی خلافت تو کرے معزول اسے
کیا نہیں دعوے خدائی کا ہے یہ اے خیرہ سر

سچ تو یہ قول تیرا کیا نہیں شرک جلی
طمع دنیاوی نے اندھا کر دیا جسکو مگر

تیری تحریروں سے ساری تیری قلعی کھل گئی
تحت میں انی مہین کے تو آیا سر بسر

ہو گیا مسلوب سارا علم تیرا اے سفیہ
پڑ گیا جہل مرکب میں تو اے کینہ ور

جتنے دعوے ہیں ترے وہ دیکھو باطل ہیں سب
جو دلائل ہیں ترے سب پیچ ہیں سب بے اثر

سن لو اے پیغامیو اگر کچھ بھی ہے عقل و خرد
یہ نصیحت ہے غریبانہ مگر ہے خوب تر

جس روش پہ چلتے ہو تم وہ روش ہی خوفناک ہے
چلتے ہو جس راہ پر وہ راستہ ہے پر خطر

ہے سراسر اسمیں نقصان و ضرر ایمان کا
اس روش سے الاماں اس راستے سے الحذر

ہاں سنو میری کہ دیتا ہوں صلاح نیک میں
نفع اسمیں سر بسر ہے کچھ نہیں اس میں ضرر

آؤ دربار خلافت میں بعجز و انکسار
خم سر تسلیم ہو مانند شاخ بار ور

چاہو تم اپنے خطاؤں کی معافی دوستو!
ہے تمہارا نفع اسمیں بیشتر سے بیشتر

ہاں کریم النفس ہے فضل عمر ہے اسکا نام
ہے عمیم الجود والاحسان بشیر نامور

درگذر تم سے کریگا اپنے لطف و فضل سے
حسن و احساں میں ہے مثل احمد والا گہر

کہتے ہو تو یہ صدق دل سے داخل بیعت ہو تم
تا تمہارے ساتھ ہو فضل خدائے دادگر

ختم کرتا ہوں دعا پر اس بیاں کو اب میں
طالب امداد حق ہوتا ہوں قصہ مختصر

اے کریم کارساز و اے خدائے انس و جاں
اے رحیم و کردگار و مالک ہر خیر و شر

اس بیاں میں مرے یارب درد دے تاثیر دے
ہو مبارک نظم یہ اور نیک ہو اس کا ثمر

عقل دے پیغامیوں کو تا وہ سمجھیں نیک و بد
فہم دے پہچان لیں تا اپنا وہ نفع و ضرر

دین کی خدمت کی دے توفیق تو آزاد کو
سعی جو اس میں کروں وہ سب ہے یارب بار ور

اللہ اللہ کس قدر ہے احتشام قادیاں

حضرت مرزا غلام احمد امام قادیاں
ہے انہیں کے نام سے مشہور نام قادیاں

کانپتا ہے ہر مخالف سن کے نام قادیاں
اللہ اللہ کس قدر ہے احتشام قادیاں

عمر بھر کو چھوٹ جاتا ہے غم و آلام سے
دل سے جو اک بار پی لیتا ہے جام قادیاں

غیر تو کانٹے بچھانے کو ہے راہوں میں
بڑھتا ہے آگے ہی آگے اور گام قادیاں

حاسدوں کے دل میں بھڑکی آتش بغض و حسد
اپنی آنکھوں سے جو دیکھا انتظام قادیاں

اس کا ہر اک رہنے والا نور سے معمور ہے
پیرو دین نبی ہیں خاص و عام قادیاں

مرتبہ پائے ولایت کا ملے قرب نبی
درگہ حق میں ہے کیا قدر غلام قادیاں

اس کی آنکھوں میں کبھی پھر نقشہ یثرب کھنچے
اک نظر جو دیکھ لے بیت الحرام قادیاں

بعد مردن پاؤں گا مشتاق گھر فردوس میں
دل میں ہے توقیر احمد احترام قادیاں

شیخ محمد عبد اللطیف مشتاق احمدی
بٹالوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - مورخہ ۹- مارچ ۱۹۱۸ء

لوحِ "ستارۂ صبح" سے "ظفر علیخاں" مٹگیا

جناب مولوی ظفر علی خاں صاحب نے ۲۰- فروری کے "ستارہ صبح" میں "گو ئم مشکل وگرنہ گو ئم مشکل" کے عنوان سے اخبار کی حالت زار کا نقشہ کھینچنے سے قبل اس کی اہمیت اور ضرورت ان الفاظ میں جتلائی ہے۔ کہ

"ہندوستان کی تیس کروڑ سے زیادہ آبادی
اور سات کروڑ سے زیادہ کی اسلامیت میں
کیا کوئی ایک روزانہ اخبار بھی ایسا تھا۔ جو
محض حمایت دین وتائید شرع مبین کے
لئے مخصوص ہوتا۔ ہم ظلوم وجہول سہی۔
لیکن نیت ہماری یہی تھی۔ کہ خدمت دین
کے لئے بھی اسلام کا ایک اخبار ہونا چاہئے
"ستارہ صبح" کا منشائے اشاعت یہی
مقصد تھا۔"

پیشتر اس کے کہ ہم مولوی صاحب موصوف کے ان الفاظ کے متعلق کچھ لکھیں انھیں کی زبان سے بتا دینا چاہتے ہیں۔ کہ ان کی اس نیت کا کیا نتیجہ نکلا۔ آپ اسی پرچہ میں لکھتے ہیں

"اس طامۂ کبریٰ اور عذاب الیم سے کیا مفر ہے
کہ ہماری تمام قربانیاں بے ثمر رہتی ہیں۔ قارئین
کرام ارشاد فرمائیں کہ اخبار جاری رہے۔ یا بند
ہو جائے۔ ایسی صورت میں کیا ہو۔ اور کیا نہ ہو"

ان الفاظ کو پیش نظر رکھکر ظفر علی خاں صاحب کو خود ہی غور کر لینا چاہئے۔ کہ انھیں اپنی نیت کا کیا پھل ملا ہے۔ اگر انھوں نے نیک نیتی سے یہ کام شروع کیا تھا۔ تو پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ان کی تمام قربانیاں بے ثمر رہتی ہیں" اب یا تو یہ ماننا پڑے گا۔ کہ نعوذ باللہ خدا ظالم ہے یا یہ کہ ظفر علی خاں صاحب کی نیت فاسد تھی۔ خدا تعالیٰ کو تو کوئی ظالم نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ آج تک دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔ کہ خدا کے لئے اور اس کے دین کے لئے کوئی قربانی کی جائے۔ اور اسے وہ بے ثمر رکھے۔ اس لئے یہی ماننا پڑیگا۔ اور یہی درست بھی ہے۔ کہ ستارہ صبح کے جاری کرنے والے کی نیت ہی فاسد تھی۔ اور وہ مذہب کی ٹٹی لگا کر دنیا کا شکار کھیلنا چاہتا تھا۔ جس میں اس کا ناکام اور نامراد ہونا ضروری تھا۔ پس یہ غلط ہے۔ اور بالکل غلط ہے۔ کہ ستارہ صبح نے "خدمت دین" اپنا مقصد اور مدعا اس لئے قرار دیا تھا۔ کہ ظفر علی خاں صاحب کے دل میں اسلام کا کچھ درد تھا۔ اسلام کی خدمت کا انھیں خیال تھا۔ اسلام کے مٹنے کا انھیں رنج تھا۔ بلکہ اس لئے یہ ڈھنگ اختیار کیا تھا۔ کہ دنیا طلبی اور شہرت پسندی کے اس میدان میں جس کا نام سیاست ہے۔ جناب ظفر علی خاں صاحب کو سخت زوری کرنے سے خار دار لگام کے ذریعہ روک دیا گیا تھا۔ اور اب مذہبی میدان ہی باقی رہگیا تھا جس میں ہلچل پیدا کر کے ناموری کی امید ہو سکتی تھی اسی وجہ سے اس میدان میں "حمایت دین وتائید شرع مبین" کو ڈھال بنا کر کودے۔ اور وہ طوفان بے تمیزی برپا کیا۔ کہ الاماں والحفیظ۔ بزرگان دین کی شان میں ایسے ایسے نازیبا الفاظ اور گندے فقرے تصنیف کئے کہ رنڈیوں کی بھٹیاریوں۔ اور بازاری اوباشوں کو مات کر دیا اور اس طرح شور وشر پیدا کر کے اپنی دوکان کو چمکانا چاہا لیکن آخر وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ جناب موصوف کو یکم مارچ کے ستارہ صبح میں بصد حسرت ویاس ع

"رخصت اے اہل نظر ہم تو سفر کرتے ہیں"

کے زیر عنوان لکھنا پڑا۔ کہ:۔

"گو ئم مشکل وگرنہ گو ئم مشکل" کا پیالہ جسے ستارہ صبح کی اشاعت مورخہ ۲۰- فروری ۱۹۱۸ء گردش میں لاکر میری تلخابہ نوشیوں کا راز طشت از بام کر چکی ہے لبریز ہو گیا۔ اور اب طاقت نہیں کہ ایک گھونٹ بھی اور پی سکوں اور دوسروں کو پلا سکوں ع

ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں۔

ان مجبوریوں کے باعث جن کی تفصیل لب پر نہیں آسکتی۔ جن کی شرح سے زبان قلم قاصر ہے جو اندر ہی اندر دل کو جلانے کے لئے بنائی گئی ہیں میں اپنے ٹوٹتے ہوئے قلم کو اپنی بند زبان کی طرح حوالہ خدا کرتا ہوں۔ اور آپ لوگوں سے رخصت ہوتا ہوں"

یہ الفاظ لکھنے والے کے رنج ومصیبت۔ درد وکرب حسرت ویاس کو نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر کر رہے ہیں اور صاحبان بصیرت کے لئے عبرت اور موعظت کا درس دے رہے ہیں۔ لیکن کیا "خدمت دین" اور "حمایت دین وتائید شرع مبین" کے لئے معروف عمل ہونے والے کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔ اور کیا خدا کی راہ میں اور اس کے دین مبین کی خاطر مشغول سعی ہونے والوں کو یہی ثمرہ ملا کرتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور قطعاً نہیں۔ مجاہدین فی سبیل اللہ کی کبھی یہ حالت نہیں ہوتی۔ ان کے لئے مصائب کے پہاڑ کھڑے کئے جاتے ہیں۔ ان کے لئے تکالیف کے تمام سامان جمع کر دیئے جاتے ہیں۔ ان کے ستانے اور دکھ دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔ لیکن دنیا اور دنیا کی تمام طاقتیں ان کو بے دم اور سست کرنے میں نہ صرف ناکام رہتی ہیں۔ بلکہ ان کے اور زیادہ جوش وخروش کے اظہار کا موجب بنتی ہیں۔ وہ دکھ اٹھا کر راحت محسوس کرتے۔ اور تکلیف پا کر مسرت حاصل کرتے ہیں۔ اور خدا کی راہ میں بیش از پیش ہمت اور طاقت صرف کرتے ہیں۔ ان کے جسم دکھ

اٹھاتے ہیں۔ لیکن دل مطمئن ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ لیکن قلب مسرور ہوتے ہیں۔ وہ اپنا مال و جان تک دیدیتے ہیں۔ لیکن دینی مجاہدے انھیں کوئی طاقت باز نہیں رکھ سکتی۔ لیکن وہ لوگ جو دراصل دین کے لئے نہیں بلکہ دنیا کے لئے۔ خدا کے لئے نہیں۔ بلکہ خدائی کے لئے۔ ثواب آخرت کے لئے نہیں۔ بلکہ طلب زر کے لئے "خدمت دین" کا بہانہ کر کے اٹھتے ہیں۔ وہ انجام کار پیشاب کی جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ ان کے تمام دعوے باطل اور تمام لن ترانیاں بے حقیقت ثابت ہو جاتی ہیں۔ ان کے تمام منصوبے خاک میں اور تمام ارادے مٹی میں مل جاتے ہیں۔ انھیں ایسے دکھ اور عذاب میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ جو اندر ہی اندر ان کے دل کو جلانے کا کام شروع کر دیتا ہے۔ اور ان کو اتنی بھی طاقت نہیں دی جاتی۔ کہ اپنے درد اور رنج کو لب پر ہی لا سکیں۔ کیونکہ یہ بھی عذاب کو ہلکا کرنے کا ایک طریق ہوتا ہے۔

اب ہم جناب ظفر علی خاں صاحب کی خدمت میں نہایت ادب اور احترام کے ساتھ گذارش کرتے ہیں کہ وہ خود ہی فیصلہ فرمائیں۔ کہ ان کی ان چند روزہ کوششوں کا۔ جو انھوں نے "خدمت دین" سمجھ کر کی ہیں۔ کیا نتیجہ نکلا ہے۔ یہی کہ بالفاظ ان کے ان کی

"تمام قربانیاں بے ثمر رہتی ہیں" اور انھیں ایسی مجبوریاں پیش آگئی ہیں

"جن کی تفصیل لب پر نہیں آسکتی جن کی شرح سے زبان قلم قاصر ہے۔ جو اندر ہی اندر دل کو جلانے کے لئے بنائی گئی ہیں"

کیا "خدمت دین" کرنے والوں کی خدمات کے یہی نتائج نکلا کرتے ہیں۔ پھر کیا ان کے حوصلے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کہ نہایت قلیل عرصہ کے بعد وہ یہ کہہ کر خدمت دین سے دست بردار ہو جایا کرتے ہیں۔ کہ:۔ ؎

"ساغر کو مرے ہاتھ سے لیجو کہ چلا میں"

نہیں اور ہرگز نہیں۔ لیکن جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں۔ ستارہ صبح کو جناب ظفر علی خاں صاحب نے مذہبی مباحثات سے اس لئے رنگین کیا تھا کہ انھیں اسلام کی خدمت کا شوق تھا۔ یا وہ حمایت دین و تائید شرع مبین کے لئے بیتاب ہو رہے تھے۔ بلکہ ان کا سیاسیات کے متعلق لکھنے والا قلم چونکہ [illegible] کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے انھیں مذہبی دنیا میں ٹانگ اڑائے بغیر اور کوئی ایسی صورت نظر نہ آتی تھی۔ جو مٹھی گرم کرنے کا موجب ہو سکتی۔ اس لئے انھوں نے یہ رنگ اختیار کیا۔ ورنہ اگر عرصہ سیاست میں شور و شر پیدا کرنے۔ فتنہ و فساد پھیلانے کا انہیں موقع ملتا۔ تو وہ کبھی بھول کر بھی "خدمت دین" کا نام تک نہ لیتے۔ اور نہ ہی مذہبی دنیا میں قدم رکھنے کی ضرورت سمجھتے۔ جیسا کہ اخبار زمیندار کے فائل اس بات کی شہادت دے رہے ہیں۔ اس میں کیوں مذہبی چھیڑ چھاڑ نہیں کی جا سکتی تھی۔ کیوں دوسروں کے بزرگوں اور پیشواؤں کو گالیاں نہیں سنائی جاتی تھیں۔ کیوں ان کی شان میں ناسزا اور ناروا الفاظ استعمال نہیں کئے جاتے تھے کیا اس وقت اس خدمت دین کی ضرورت نہ تھی جس کی اب ہے۔ ضرورت تو تھی۔ لیکن چونکہ اس وقت اس ملک میں شورش پھیلانے حکام کے خلاف مضامین لکھنے رعایا اور راعی کے تعلقات کو ناپسندیدہ رنگ میں پیش کرنے کا شغل تھا۔ اس لئے اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ اور اب جب اس طرف سے حکومت کے زبردست ہاتھ نے منہ توڑا اور سارا کس بل نکال دیا۔ تو خدمت دین کا خیال سوجھا۔ یہ ہم یوں ہی نہیں کہہ رہے۔ بلکہ اصل حقیقت ہے اور ایسی زبردست صداقت ہے۔ کہ خود ستارہ صبح اس کی تائید کر رہا ہے۔ چنانچہ جناب ظفر علی خاں صاحب کے اخبار سے علیحدہ کئے جانے کے بعد ہی جو پہلا پرچہ شائع ہوا ہے۔ اور جس کی لوح سے "ظفر علی خاں" کے الفاظ مٹا دیئے گئے ہیں۔ اس میں ستارہ صبح کی گذشتہ حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ جناب ظفر علی خاں صاحب نے

"اگست ۱۹۱۷ء میں لاہور سے ستارہ صبح کی روزانہ اشاعت کا اہتمام [illegible] نہایت اعلیٰ پیمانہ پر کیا۔ اس مرتبہ ستارہ صبح کو ریوٹر ایجنسی کی برقی خبروں اور ایسوسی ایٹیڈ پریس کے تاروں کے تراجم کی اجازت بھی دی گئی سیاسیات پر قلم اٹھانے کی پہلے دن سے جو ممانعت تھی۔ اس میں اب بھی کچھ فرق نہ آیا اس لئے ستارہ صبح نے اپنی جلوہ ریزیوں کے لئے علم و مذہب کا میدان تجویز کیا"

یہ الفاظ اپنی تشریح آپ کر رہے ہیں۔ اور صاف بتلا رہے ہیں کہ چونکہ ستارہ صبح کو سیاسیات پر قلم اٹھانے کی پہلے دن سے ممانعت تھی۔ اس لئے مذہب کا میدان تجویز کیا گیا۔ ایسے صاف اور صریح اعتراف کے ہوتے ہوئے۔ کون کہہ سکتا ہے۔ کہ ستارہ صبح دین کی خدمت کے لئے جاری ہوا تھا۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ چونکہ سیاسیات پر قلم اٹھانے کی اجازت نہ تھی۔ اس لئے مجبوراً مذہب کا میدان تجویز کیا گیا تھا۔ پس جب اس میدان کو مجبوراً تجویز کیا گیا تھا نہ کہ برضا و رغبت اور خدمت دین سمجھ کر۔ تو پھر کس طرح ممکن تھا کہ اس میں کامیابی حاصل ہوتی۔

ہمارے خیال میں جناب ظفر علی خاں صاحب کو اپنی چند ماہہ کوششوں کے جو نتائج حاصل ہوئے ہیں۔ اور جن کے صلہ میں ان کا نام تک "ستارہ صبح" کی لوح سے مٹ گیا ہے۔ اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے۔ کہ انھوں نے مذہب کو آڑ بنا کر دنیا کمانے کا جو ڈھنگ نکالا تھا۔ اور خدمت دین کے جو بڑے لمبے چوڑے دعوے کئے تھے۔ ان کو باطل کر کے دکھا دیا جائے۔ تا سچے دل سے خدمت دین کرنے والوں اور بناوٹی دعوے کرنے والوں میں امتیاز قائم رہے۔ ؎

جناب ظفر علی صاحب کے گذشتہ حالات ہمیں امید نہیں دلاتے۔ کہ وہ اب بھی اس انتشار سے کچھ فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ اور اپنے گذشتہ اعمال کا محاسبہ کر کے آئندہ کے لئے احتیاط اور سلامتی کی راہ اختیار کریں گے۔ لیکن انھوں نے حق پسند اور صداقت شعار اصحاب کے لئے بہت کچھ عبرت کا سامان کر دیا ہے ؏ کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ جمعہ

دعاؤں پر خاص زور دو

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح سیدنا مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب
فرمودہ یکم مارچ ۱۹۱۸ء

واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوا لی و لیومنوا بی لعلھم یرشدون (۲-۱۸۲)

میں نے پچھلے چار جمعوں میں۔ اس امر کے متعلق کہ ایمان کے کامل کرنے کے لئے کن امور پر عمل کرنا ضروری ہے۔ بیان کیا تھا۔ اور ارادہ ظاہر کیا تھا۔ کہ اگر اللہ تعالےٰ نے چاہا۔ تو بعض تفاصیل بیان کروں۔ لیکن ایک خاص ضرورت سے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ مضمون تفصیل چاہتا ہے۔ اور آج میرے حلق میں درد ہے۔ ایک اور امر کی طرف جماعت کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

اس موسم میں اکثر ہندوستان میں طاعون پھیلا کرتی ہے۔ اور اب بھی جیسا کہ مختلف جگہوں کے خطوط سے معلوم ہوتا ہے۔ طاعون پھیل رہی ہے۔ پنجاب کی اموات بھی ترقی کر رہی ہیں۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پنجاب میں بھی زیادہ پھیلیگی۔ چونکہ ہماری جماعت کے افراد کسی ایک جگہ نہیں بہت سے ایسے مقامات ہیں۔ جہاں پر وہ ایک ایک دو دو کر کے رہتے ہیں لہذا طاعون جہاں بھی ہو۔ وہاں ہمارے آدمی بھی ضرور ہیں۔ پس ضرورت ہے کہ اس مرض سے بچنے کے لئے تمام جماعت دعاؤں میں لگ جائے۔ قرآن شریف اور سنت اللہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عذاب کے آنے سے پہلے جو دعائیں کی جائیں وہ قبول ہوا کرتی ہیں اگر وہاں کے لوگ۔ جہاں طاعون نہیں وہاں کے لوگوں کے لئے دعائیں کریں جہاں طاعون ہے۔ تو اب جبکہ سخت حملہ نہیں ہوا۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ دور ہو جائیگی۔ اور جہاں پڑ گئی ہے۔ وہاں کے لوگوں کو تو بالخصوص دعاؤں میں لگ جانا چاہئیے۔

موت تو ہر ایک انسان کو آنی ہے۔ لیکن چونکہ طاعون حضرت صاحب کی پیشگوئی کے ماتحت آئی ہے۔ اس لئے اگر کوئی احمدی اس میں مبتلا ہوتا ہے تو لوگوں کو ابتلا آتا ہے۔ کیونکہ یہ مرض غیروں کے لئے بطور عذاب کے ہے۔ اگرچہ اس میں ہمارے بعض آدمیوں کا مبتلا ہونا کوئی بات نہیں ہے۔ دیکھو صحابہ رضوان اللہ علیہم کے وقت میں تلوار کفار کے لئے بطور عذاب کے تھی۔ مگر اس تلوار کی جنگ میں صحابہ بھی مارے جاتے تھے۔ مگر ان کے لئے عذاب نہ تھی۔ کیونکہ اس وقت تلوار سے مرنا دشمنوں کے لئے تباہی تھی۔ صحابہ کے لئے تباہی نہیں تھی۔ کیونکہ صحابہ مرنے سے کم نہیں ہوتے تھے بلکہ بڑھتے تھے۔ اور دشمن مرتے تھے۔ اور کم ہوتے چلے جاتے تھے۔

پس جس مرنے سے کوئی قوم بڑھ جائے۔ وہ اس کے لئے عذاب نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی جو ناواقف لوگ ہوتے ہیں۔ وہ ابتلاء میں پڑ جاتے ہیں۔ کہ جب یہ مرض بطور عذاب کے ہے۔ تو احمدی کیوں مبتلا ہوتے ہیں۔ ان لوگوں کو ابتلاء سے بچانے کے لئے دعاؤں کی ضرورت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ جماعت کو محفوظ رکھے۔

مختلف ذریعوں سے معلوم ہوا ہے کہ طاعون کا حملہ سخت ہے۔ قادیان کے چاروں طرف طاعون ہے پس دوستوں کو چاہئیے کہ اپنے لئے بھی اور دوسرے بھائیوں کے لئے بھی دعائیں کریں۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص دوسرے کے حق میں دعا کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول کرتا ہے اور دعا کرنے والے کے کام بھی درست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب ایک شخص مخلوق ہو کر دوسرے کے لئے اس قدر کوشش کرتا ہے۔ تو میں تو خالق ہوں۔ میں کیوں نہ اس پر فضل کروں۔ پس ایک دوسرے کے لئے دعا کیا کرنے سے دعائیں بہت قبول ہوتی ہیں۔

طاعون خدا کا ایک عذاب ہے۔ جو حضرت مسیح موعود کی تائید کے لئے بھیجی گئی ہے۔ اگر ہماری جماعت کی رفتار ترقی کو دیکھا جائے۔ تو ثابت ہوگا۔ کہ ساٹھ ستر فی صدی آدمی طاعون کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں۔ مجھکو یاد ہے کہ طاعون کے دنوں میں پانچ پانچ سو ہزار ہزار آدمی کی بیعت کے خطوط حضرت صاحب کے پاس روزانہ آتے تھے۔ تو چونکہ یہ احمدیت کی صداقت کا ایک نشان ہے۔ اور جب تک جماعت کی حفاظت نشان کے طور پر نہ ہو۔ یہ نشان کامل تجلی کے ساتھ ظاہر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے دعا کرنی چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ امتیازی طور پر ہماری جماعت کو اس مرض سے بچائے۔

دوسرے ہمیں اس سے ایک اور فائدہ بھی اُٹھانا چاہئیے۔ خدا کا وعدہ ہے کہ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب الخ کہ جب میرے بندے میرے متعلق سوال کریں۔ تو کہدو کہ میں قریب ہوں۔ کیونکہ میں دعا مانگنے والوں کی دعا قبول کرتا ہوں۔ اس کے خزانہ میں دعا کرنے سے کمی نہیں آجاتی۔ بلکہ انسان ہی دعائیں کرتے کرتے تھک جاتا ہے۔

پس جماعت کے لوگوں کو دعاؤں کے ساتھ ہی اس نشان پر زور دینا چاہئیے۔ تاکہ احمدیت خوب پھیلے۔ جانتے ہو کہ اگر گرم لوہے پر چوٹ مارو۔ تو اس کو جس شکل پر چاہو ڈھال لو۔ لیکن ٹھنڈے لوہے پر کچھ اثر نہیں ہوا کرتا۔ ان دنوں چونکہ دل پگھلے ہوئے ہیں۔ اس لئے احمدیت کے سانچے میں ڈھل جائیں گے۔ طاعون بھی خدا کی طرف سے ایک بھٹی بنائی گئی ہے۔ جس میں دل پگھلائے جاتے ہیں۔ پس تم صداقت کے قالبوں میں ان کو ڈھال لو۔ یہ دن تبلیغ کے دن ہیں۔ دونوں باتوں کی طرف توجہ کرنی چاہئیے اور اس سے فائدہ اُٹھانا چاہئیے۔

ذبح البقر اور ہندو

پچھلے دنوں صوبہ بہار کے کئی ایک اضلاع میں قربانی گاؤ کی بنا پر جو فسادات ہوئے تھے۔ ان کے متعلق مسلمان اخبارات نے بڑے زور کے ساتھ لکھا تھا کہ ہندوؤں کا مسلمانوں کو قربانی گاؤ کی وجہ سے لوٹنا کھسوٹنا محض ان کی چیرہ دستی ہے۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ یوروپین اصحاب کے لئے تمام سال کثیر التعداد گایوں کے ذبح کئے جانے پر تو ان کے مذہبی احساسات میں جنبش پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن سال میں صرف ایک دفعہ قربانی کے موقعہ پر ان میں جوش پھوٹ پڑتا ہے۔ اس نہایت وزنی اور معقول اعتراض کا مسٹر گاندھی نے جو ہندوؤں کا ایک سرکردہ لیڈر ہے۔ اخبار سکینشمین کے ذریعہ یہ جواب دیا ہے کہ

"یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ یوروپین کے لئے گاؤکشی جاری رہنے کی بابت ہندو کچھ بھی محسوس نہیں کرتے۔ میں جانتا ہوں کہ ان کا غصہ اس خوف کے نیچے دب رہا ہے۔ جو انگریزی عملداری نے پیدا کر دیا ہے۔ مگر ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں ہے۔ جو ایک دن اپنی سرزمین کو گاؤکشی سے آزاد کرنے کی امید نہ رکھتا ہو اور ہندو مذہب کو جیسا کہ میں جانتا ہوں اس کی روح کے سراسر خلاف عیسائی یا مسلمان کو بزور شمشیر بھی گاؤکشی چھوڑنے پر مجبور کرنے سے اغماض نہ کرے گا"

ایک مشہور و معروف ہندو لیڈر کے قلم سے نکلے ہوئے یہ الفاظ ان خیالات اور جذبات کی نہایت صفائی کے ساتھ ترجمانی کر رہے ہیں جو ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے متعلق ہیں۔ اور بتا رہے ہیں۔ کہ مسلمانوں کی بہتری اسی صورت میں ہے۔ کہ ہندوستان گورنمنٹ برطانیہ کے زیر سایہ رہے۔ ورنہ بزور شمشیر ان کو سیدھا کیا جائیگا۔ لیکن کیسے تعجب اور حیرانی کی بات ہے۔ کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ان کے ساتھ مل کر سیلف گورنمنٹ کا مطالبہ کر رہا ہے وہ لوگ ذرا عقل و فکر سے کام لے کر بتائیں۔ کہ جس قوم کے یہ خیالات ہوں۔ جن کو مسٹر گاندھی نے نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر کر دیا ہے۔ وہ سیلف گورنمنٹ ملنے پر انھیں کہاں امن و چین سے بیٹھنے دیگی۔ شاید چونکہ اسلام ایسے لوگوں کے نزدیک زمانہ جہالت کی رسوم کا نام ہے۔ اس لئے انھیں ہندوؤں کے اس قسم کے خیالات سے کوئی فکر نہ ہوگا۔ لیکن وہ لوگ۔ جو اپنے دل میں ذرا بھی اسلام کی محبت۔ اور الفت رکھتے ہیں وہ سوچیں۔ کہ موجودہ حالات میں سیلف گورنمنٹ ان کے لئے کس قدر تباہی کا موجب ہو سکتی ہے

ذبح البقر کے روکنے کی ترکیب

مسٹر گاندھی کے مندرجہ بالا الفاظ کو درج کرتے ہوئے۔ اخبار مشرق لکھتا ہے کہ

"واقعی یہ بہت بڑی مصیبت کی بات ہے کہ ایک چیز اس ملک میں ایسی ہے۔ جو ہندوؤں کا معبود اور مسلمانوں کی غذا ہے۔ اس غذا کے روکنے کی ترکیب آسان طور پر اگر کوئی نکالی جائے۔ تو ہم سب کے پہلے حمایت کے لئے تیار ہیں"

اخبار مشرق کے الفاظ ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ مسلمان ہندوؤں کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ درمیان میں ایک ایسی چیز حائل ہے۔ جو مسلمانوں کی خوراک اور ہندوؤں کی معبود ہے۔ اور وہ دونوں قوموں کو گلے نہیں ملنے دیتی۔ اور اس کے ہٹانے کی کوئی ترکیب معلوم نہیں ہے۔

اس موقعہ پر ہم ترکیب بتلاتے ہیں۔ اور یہ وہ ترکیب ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ انسان نے کچھ سے کئی سال پہلے نہایت درد اور اخلاص کے ساتھ ہندوؤں اور مسلمانوں کے سامنے پیش کی تھی۔ جو صلح و آشتی امن و امان پھیلانے کے لئے آیا تھا۔ اور جس نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے نہایت ناخوش گوار تعلقات کو دیکھ کر مندرجہ ذیل الفاظ کے ذریعہ صلح کی طرف بلایا تھا۔ کہ :-

"یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ اتفاق ایک ایسی چیز ہے کہ وہ بلائیں جو کسی طرح دور نہیں ہو سکتیں۔ اور وہ مشکلات جو کسی تدبیر سے حل نہیں ہو سکتیں۔ وہ اتفاق سے حل ہو جاتی ہیں۔ پس ایک عقلمند سے بعید ہے۔ کہ اتفاق کی برکتوں سے اپنے تئیں محروم رکھے۔ ہندو اور مسلمان اس ملک میں دو ایسی قومیں ہیں۔ کہ یہ ایک خیال محال ہے۔ کہ کسی وقت مثلاً ہندو جمع ہو کر مسلمانوں کو اس ملک سے باہر نکال دیں گے۔ یا مسلمان اکٹھے ہو کر ہندوؤں کو جلاوطن کر دیں گے۔ بلکہ اب تو ہندو و مسلمانوں کا چولی دامن کا ساتھ ہو رہا ہے۔ اگر ایک پر کوئی تباہی آوے۔ تو دوسرا بھی اس میں شریک ہو جائیگا۔ اور اگر ایک قوم دوسری قوم کو محض اپنے نفسانی تکبر اور شیخت سے حقیر کرنا چاہیگی۔ تو وہ بھی داغ حقارت سے نہیں بچیگی۔ اور اگر کوئی ان میں سے اپنے پڑوسی کی ہمدردی میں قاصر رہیگا۔ تو اس کا نقصان وہ آپ بھی اٹھائیگا۔ جو شخص تم دونوں قوموں میں سے دوسری قوم کی تباہی کی فکر میں ہے۔ اس کی اس شخص کی مثال ہے۔ کہ جو ایک شاخ پر بیٹھ کر اسی کو کاٹتا ہے۔ آپ لوگ بفضلہ تعالیٰ تعلیم یافتہ بھی ہو گئے۔ اب کینوں کو چھوڑ کر محبت میں ترقی کرنا زیبا ہے۔ اور بے مہری کو چھوڑ کر ہمدردی اختیار کرنا آپ کی عقلمندی کے مناسب حال ہے۔ دنیا کی مشکلات بھی ایک ریگستان کا سفر ہے کہ جو عین گرمی اور تمازت آفتاب کے وقت کیا جاتا ہے۔ پس اس دشوار گذار راہ کے لئے باہمی اتفاق کے اس سرد پانی کی ضرورت ہے۔ جو اس جلتی ہوئی آگ کو ٹھنڈا کر دے۔ اور نیز پیاس کے وقت مرنے سے بچا دے۔

ایسے نازک وقت میں یہ راقم آپ کو صلح کے لئے بلاتا ہے۔ جبکہ دونوں کو صلح کی بہت ضرورت ہے۔ دنیا پر طرح طرح کے ابتلا نازل ہو رہے ہیں۔ زلزلے آ رہے ہیں۔ قحط پڑ رہا ہے۔ اور طاعون نے بھی ابھی پیچھا نہیں چھوڑا۔ اور جو کچھ خدا نے مجھے خبر دی ہے۔ وہ بھی یہی ہے۔ کہ اگر دنیا اپنی بدعملی سے باز نہیں آئیگی۔ اور برے

کاموں سے توبہ نہیں کریگی۔ تو دنیا پر سخت بلائیں آئیگی۔ اور ایک بلا ابھی بس نہیں کرے گی کہ دوسری بلا ظاہر ہو جائیگی۔ آخر انسان نہایت تنگ ہو جائینگے۔ کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیری مصیبتوں کے بیچ میں آکر دیوانوں کی طرح ہو جائیں گے۔ سو اے ہموطن بھائیو! قبل اس کے کہ وہ دن آویں۔ ہوشیار ہو جاؤ۔ اور چاہئے کہ ہندو مسلمان باہم صلح کر لیں۔ اور جس قوم میں کوئی زیادتی ہے۔ جو وہ صلح کی مانع ہو۔ اس زیادتی کو وہ قوم چھوڑ دے ورنہ باہم عداوت کا تمام گناہ اُسی قوم کی گردن پر ہوگا۔"

مندرجہ بالا عبارت سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کام جس کی طرف اب اہل ہند کو زمانہ کی ٹھوکریں گھیر گھیر کر لا رہی ہیں آج سے بہت پہلے اس کی طرف بلایا تھا۔ پھر جس چیز کو اب بڑی بھاری روک سمجھا جاتا ہے اس کے دور کرنے کی بھی ترکیب بتا دی تھی۔ جو یہ ہے کہ

"تمام بغض اور کینوں کی جڑھ در اصل اختلاف مذہب ہے۔ یہی اختلاف مذہب قدیم سے جب انتہا تک پہنچتا رہا ہے۔ تو خون کی ندیاں بہاتا رہا ہے۔ اے مسلمانو! جبکہ ہندو صاحبان تمہیں بوجہ اختلاف مذہب کے ایک غیر قوم جانتے ہیں۔ اور تم بھی اس وجہ سے ان کو ایک غیر قوم خیال کرتے ہو۔ میں جب تک اس سبب کا ازالہ نہ ہوگا۔ کیونکہ تم میں اور ان میں ایک سچی صفائی پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ منافقانہ طور پر باہم چند روز کے لئے میل جول بھی ہو جائے۔ مگر وہ دلی صفائی جس کو در حقیقت صفائی کہنا چاہئے صرف اسی حالت میں پیدا ہوگی۔ جبکہ آپ لوگ وید اور وید کے رشیوں کو سچے دل سے خدا کی طرف سے قبول کر لوگے اور ایسا ہی ہندو لوگ بھی اپنے بخل کو دور کر کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کر لینگے۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ تم میں اور ہندو صاحبوں میں سچی صلح کرانے والا صرف یہی ایک اصول ہے اور یہی ایک ایسا پانی ہے جو کدورتوں کو دھو دیگا۔ اور اگر وہ دن آ گئے ہیں کہ یہ دونوں بچھڑی ہوئی قومیں باہم ملجائیں تو خدا ان کے دلوں کو بھی اس بات کے لئے کھول دیگا۔ جس کے لئے ہمارا دل کھول دیا ہے۔

مگر اس کے ساتھ ضروری ہوگا کہ ہندو صاحبان کبھی بھی ہمدردی سے پیش آئیں اور سلوک اور مروت اپنی عادت کر لیں اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھیں جن سے اُن کو دکھ پہنچے۔ مگر وہ کام ہمارے مذہب میں واجبات سے ہوں۔ اور نہ فرائض مذہب سے۔ پس اگر ہندو صاحبان اپنے صدق دل سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان لیں اور ان پر ایمان لاویں۔ تو یہ تفرقہ کہ جو گائے کی وجہ سے ہے۔ اس کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جائے گا۔ جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور اس کو استعمال بھی کریں۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں۔ کہ ہم حلال تو جانتے ہیں۔ مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں۔ ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کے وصایا میں سے ایک وصیت ہے۔ خدا کو واحد لاشریک جاننا۔ پس ایک ضروری اور مفید کام کے لئے غیر ضروری کو ترک کرنا۔ خدا کی شریعت کے مخالف نہیں۔ حلال جاننا اور چیز ہے۔ اور استعمال کرنا اور چیز۔ دین یہ ہے کہ خدا کی منہیات سے پرہیز کرنا اور اس کی رضا مندی کی راہوں کی طرف دوڑنا اور اس کی تمام مخلوق سے نیکی اور بھلائی کرنا اور ہمدردی سے پیش آنا اور دنیا کے تمام مقدس نبیوں اور رسولوں کو اپنے اپنے وقت میں خدا کی طرف سے نبی اور مصلح ماننا اور ان میں تفرقہ نہ ڈالنا اور ہر ایک نوع انسان سے خدمت کے ساتھ پیش آنا ہمارے مذہب کا خلاصہ یہی ہے۔ مگر جو لوگ ناحق خدا سے بیخوف ہو کر ہمارے بزرگ نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرے الفاظ سے یاد کرتے۔ اور آنجناب پر ناپاک تہمتیں لگاتے اور بدزبانی سے باز نہیں آتے ہیں۔ ان سے ہم کیونکر صلح کریں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم شورہ زمین کے سانپوں اور بیابانوں کے بھیڑیوں سے صلح کر سکتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں سے ہم صلح نہیں کر سکتے جو ہمارے پیارے نبی پر جو ہمیں اپنی جان اور اپنے ماں باپ سے بھی پیارا ہے ناپاک حملہ کرتے ہیں۔ خدا ہمیں اسلام پر موت دے۔ ہم ایسا کام کرنا نہیں چاہتے۔ جس میں ایمان جاتا رہے۔"

یہ ہے گاؤ کشی کے روکنے کی آسان اور سہل ترکیب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیش کی ہے۔ اگر ہندو اور مسلمان دونوں قومیں سچے دل سے اس پر عمل در آمد شروع کر دیں۔ تو پھر ناممکن ہے کہ دنیاوی تعلقات میں ان کی آپس میں لڑائی جھگڑا ہو۔ لیکن جب تک ایسا نہ کیا جائیگا اس وقت تک کبھی آپس میں حقیقی صلح اور صفائی نہ ہو سکیگی۔

پائدار اور حقیقی صلح کے خواہشمند ہندو اور مسلمان اصحاب سے ہماری گذارش ہے کہ وہ ٹھنڈے دل سے اس پر غور کریں۔ اور اس کو عمل لانے کی کوشش کریں۔

حیات مسیح کا قرآن میں کوئی ثبوت نہیں

یکم فروری ۱۹۱۶ء کے اہلحدیث میں ایک شخص مولوی ثناء اللہ صاحب سے سوال کرتا ہے۔ کہ ان چار نبیوں کی بابت کہ زندہ ہیں۔ حضرت عیسیٰ و حضرت ادریس آسمان پر زندہ ہیں۔ اور حضرت خضر اور حضرت الیاس زمین پر زندہ ہیں ان مقامات کی بابت شرع شریف کیا حکم دیتی ہے"

اس سوال کا جواب مولوی صاحب مذکور نے یہ دیا ہے کہ "حضرت عیسیٰ کی زندگی تو احادیث سے ثابت ہوتی ہے۔ مگر باقی کسی حضرت کی زندگی ثابت نہیں"

خدا کا شکر ہے کہ غیر احمدی علماء بالخصوص مولوی ثناء اللہ صاحب اس بات کو تو مان گئے ہیں کہ قرآن شریف میں حیات مسیح کا کوئی ذکر نہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہ تھی کہ قرآن کریم میں حیات مسیح کے مذکور ہوتے ہوئے حدیث کا حوالہ جاتے اور قرآن کریم کو بالکل چھوڑ ہی دیتے۔ یہ ثبوت ہے اس بات کا کہ ہمارے بڑے سے بڑے مخالف اور معاند مولوی بھی قرآن کریم سے حضرت عیسیٰ کی زندگی کا کوئی ثبوت

جناب ظفر علیخاں کی تہذیب

(۱)

اخبار ستارہ صبح میں "الفضل ماالقادیان وما ادرٰک ماالقادیان" کے عنوان سے ایک مضمون ایڈیٹر ستارہ صبح کے قلم سے کئی نمبروں میں شائع ہوا ہے۔ جس کے چوتھے نمبر میں عوئی کیا گیا ہے کہ

"آج تک ستارہ صبح میں ان حضرات کے خلاف جن کے عقائد کا تخطیہ کرنے پر ہمیں ہمارا اسلام مجبور کرتا ہے۔ ایک سطر ایک لفظ ایک حرف بھی ایسا نہیں نکلا۔ جو پایۂ تہذیب سے گرا ہوا ہوگا"

یہ الفاظ مدنظر رکھ کر ہم حق رکھتے ہیں کہ جناب ظفر علی خاں صاحب سوال کریں کہ آپ کے نزدیک تہذیب کی کیا تعریف ہے۔ ہم تو آپ کی "تہذیب" کے سمجھنے سے عاجز ہیں۔ جو آپ کو اجازت دیتی ہے کہ آپ ایک جماعت کے مسلمہ امام اور پیشوا کے متعلق ہتک آمیز پھکڑ دل والے فقرے بے حجابہ لکھتے چلے جائیں۔ اور اس بات کا ذرا بھی خیال نہ کریں۔ کہ وہ کثیر التعداد افراد حضرت مرزا صاحب کو مسیح موعود اور خدا کا نبی۔ اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفۃ المسیح یقین کرتے ہیں۔ ان کی کس قدر دلآزاری ہوتی ہوگی اختلاف عقائد ایک جدا بات ہے۔ اور ہر ایک شخص کو حق حاصل ہے۔ کہ جن عقائد کو وہ نادرست اور غلط سمجھتا ہے۔ ان کی تردید کرے۔ ان کے نقائص اور عیوب پیش کرے ان کے اختیار کرنے سے دوسروں کو باز رکھنے کی کوشش کرے۔ لیکن اسے تہذیب اور شرافت کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیگی۔ کہ دوسروں کے واجب الاحترام اور قابل اطاعت بزرگوں اور پیشواؤں کی شان میں بے ہودہ سرائی اور بدتہذیبی کو کام میں لائے۔ گو اس کلیہ سے جناب ظفر علی خاں کا طرز عمل کتنا ہی مخالف رکھتا ہے۔ تاہم انہیں اس کی صداقت سے انکار نہیں ہے۔ جبھی تو انہوں نے رقم فرمایا ہے۔ کہ

"آج تک ستارہ صبح میں ان حضرات کے خلاف جن کے عقائد کا تخطیہ کرنے پر ہمیں ہمارا اسلام مجبور کرتا ہے ایک سطر ایک لفظ ایک حرف بھی نہیں نکلا۔ جو پایۂ تہذیب سے گرا ہوا ہوگا"

ان الفاظ میں جناب ظفر علیخاں صاحب ان تمام حضرات کے متعلق جن کے عقائد کے خلاف وہ لکھتے رہے ہیں۔ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ایک سطر ایک لفظ چھوڑ ایک حرف تک ستارہ صبح میں ایسا نہیں لکھا گیا۔ جو پایۂ تہذیب سے گرا ہوا ہو۔ دوسروں کا کام تو ہم دوسروں پر چھوڑتے ہیں۔ البتہ اپنے امام و مقتدا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات والا صفات کے متعلق جناب ظفر علی خاں صاحب نے باایں ہمہ دعویٰ تہذیب و شرافت اپنے سینہ پر کینہ میں ابلتے ہوئے بحر ظلمت سے جس قدر چھینٹے ستارہ صبح کے صفحات پر پھینکے ہیں۔ ان میں سے چند ایک بطور نمونہ پیش کرتے ہیں۔ تاکہ ان کی تہذیب سے دنیا آگاہ ہو جائے۔

حضرت مسیح موعود کی نسبت آپ کا قلم باطل رقم یوں حرکت میں آتا ہے کہ

(۱) "اس قسم کے خطرناک اور مخرب اسلام دعاوی سے مسلمانوں میں نئے نئے فتنے پیدا کئے کہ ان کا دلناک خمیازہ کچھ تو امت مرحومہ نے کھینچا۔ کچھ کھینچ رہی ہے۔ اور کچھ کھینچے گی۔ وہ اودہی وضع اور قماش کا طبقہ ہے۔ اور اس دور آخر میں اس طبقہ کے سرگروہ میرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ کہ انہیں کی رنگیں داستان کی یہ ساری تمہید ہے۔"

(ستارہ صبح ۲۶ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

(۲) "مرزا غلام احمد صاحب جو ایک ذہین اور طباع شخص تھے۔ اور حکیم ناصر خسرو علوی کی طرح قرآن مجید کی آیات کی من مانی تاویلیں کرنے کا عیارانہ فن خوب جانتے تھے۔ اور اسی کے ساتھ روایات اسلام کے رطب و یابس سے بھی فائدہ اٹھانے کے ڈھب سے اچھی طرح واقف تھے۔ مہدویت اور مسیحیت کا دعویٰ کر دیا۔ اور اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ حلول اور رجعت اور تناسخ کے آریائی تصور کو اپنی ہوا و بیا دی اغراض کے سانچے میں ڈھال کر کمال بے باکی کی راہ سے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز بن بیٹھے۔ اور صاف کہہ دیا کہ میں وہی احمد عربی ہوں جو مدینہ میں مبعوث ہوا تھا۔ اس کی روح میرے جسم کے اندر ہے"......

(۳) "مرزا غلام احمد صاحب کی اس فتنہ گری کا اولین احساس اس وقت ہوا۔ جب ہم حیدر آباد دکن میں تھے۔ اور ہم نے "نقاش" کا علمی نام اختیار کرکے پے در پے متعدد مضامین سپرد قلم کئے۔ جن میں مرزا صاحب کی رسن سازی کا تار و پود بکھیر اگیا"

(ستارہ صبح ۲۷ ستمبر ۱۹۱۷ء)

(۴) "قادیانیت ایک زہریلا درخت ہے۔ جو گلشن اسلام میں ایک منٹ ایک سیکنڈ کے لئے بھی کھڑا ہونیکا حق نہیں رکھتا"

(۵) "کسی مدعی اسلام نے آج تک خدا کا بیٹا بننا تو ایک طرف رہا خدا کا باپ بننے کا دعویٰ نہ کیا تھا یہ شرف موسیو بشیر الدین محمود کے والد ماجد کے لئے مقدر ہو چکا تھا" (ستارہ ۳۰ ستمبر ص۱)

یہ تو جناب ظفر علی خاں صاحب کی اس تہذیب کا نمونہ ہے۔ جو آپ نے حضرت مسیح موعود کے متعلق دکھائی اب وہ تہذیب بھی دیکھ لیجئے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کی شان میں برتی گئی۔

(۱) "ہم کہتے ہیں کہ دنیا جہان کے ممالک پر ہندوستان کو اس لئے تفوق اور برتری حاصل ہے۔ کہ اس میں قادیان شریف واقع ہے۔ جس کے منارے پر ایک پانوں کے بل کھڑے ہو کر حضرت مرزا بشیر الدین محمود سلمہ اللہ المعبود اپنے والد ماجد کی نبوت کا اعلان تو ہر صبح و مسا فرماتے ہی ہیں۔" (ستارہ صبح نمبر ا)

(۲) "دنیا کے جاہل سے جاہل شخص کو بھی کبھی اس بات پر اصرار نہیں ہوا کہ اس کا دعویٰ بلا دلیل تسلیم کر لیا جائے۔ علامہ بشیر الدین محمود باایں ہمہ ادعائے

ہم ایک مہمل و بے ربط بات کہتے ہیں۔ اور جب اس کی منطقی الجھنوں کے سلجھانے کی ان سے کمال ادب سے درخواست کی جاتی ہے۔ تو وہ اسے مبارک پر سر کر شاہ بھلیبوری کی ایک شہود اسمی ورجن بعیر بوتلیں انڈیل لیتے ہیں۔ (ستارہ صبح یکم ستمبر)

(۳) یہ تھوہر پڑا اتنا نہیں ٹوا ہو گیا ہے۔ کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود صاحب اپنی انبان ادب میں کوئی قرینہ کی تعریف۔ کوئی سلیقہ کا موقعہ نہیں ملتا تو آپ ہمارے ہی اگلے پچھلے مضمون کو نگل کر ہمارے الفاظ ہمیں پر پھینکتے ہیں۔ (ستارہ صبح ۵ ستمبر سنہ)

(۴) حضرت مرزا بشیر الدین
جو ہیں تصویر شاہد نہال کی
جن سے ہونا گناہ کا ہے محال
کہ ہے تخصیص یہ تو انساں کی
بات یہ ہے کہ آپ کے گھر سے
ہم کو نسبت ہے دست و داماں کی
ہم کو مشاطگی ازل سے ملی
آپ کے کاکل پریشاں کی (ستارہ صبح نمبر ۱۳)

(۵) حضرت مرزا بشیر الدین محمود۔ لنگر لنگوٹ کس کر مجاہدہ اور مکابرہ کے جنگل میں قادیانیت کی پوری شان سفوری کے ساتھ خم ٹھونکتے ہوئے آ اترے ہیں۔ اور اپنی مدد کے لئے دو ایک کرتیل پٹھے بھی پیچھے کھڑے کر رکھے ہیں۔"

(۶) "ابتدائی پکڑ کا انداز عروسی۔ اپنی پچی کے نئے نئے کرشمے"

(۷) "آپ گر گر کے۔ پڑ پڑ کر سنبھلے۔ بگڑ بگڑ کر بنے" (ستارہ صبح ۱۶ ستمبر)

(۸) موسیو بشیر الدین محمود کا قرآن (۲۳ ستمبر سنہ)

۹ صبح کاذب نے خلافت دی نبوت سے بدل
دو پہر ڈھلتے ہی میں پورا خدا ہو جاؤنگا
میرے باوا جان تھے تمہید عرض مدعا
مدعا بنکر میں ان کا بھی چچا ہو جاؤنگا
بھول سکتی ہی مجھے کیونکر حدیث خاسئیں
جلد ہی میں اس جز کا ہمسا ہو جاؤنگا

(۱۰) معنے لیس کمثلہ آپ ہیں
یعنی آپ اللہ میاں کے باپ ہیں
عرش کو جس نے کیا ہے بے سپر
آپ اسی گھوڑے کی برقی ٹاپ ہیں
جو سبق لیتا ہے شیخ نجد سے
موسیو محمود وہ "چھاپ" ہیں
قادیاں ہے چشمۂ آب صمیم
باپ پانی تھے تو بیٹے بھاپ ہیں
دیکھئے ملتی ہے کب ان سے نجات
اور کب کٹتے ہمارے پاپ ہیں
(ستارہ صبح ۳۰ ستمبر)

(۱۱) "اب دنیا کے کان کو ایک بالکل نئے رنگ میں قادیان کے اس دعوے کی شنوائی کے لئے تیار رہنا چاہئے کہ موسیو بشیر الدین محمود جو شملہ کی چوٹیوں سے ہوتے ہوئے۔ ساتویں آسمان تک پہنچ ہی چکے ہیں۔ ایک جست میں عرش اعظم پر نظر آئیں گے۔ اور خدا کو کان پکڑ کر اس کے اریکہ جلال سے نیچے اتار رہے ہونگے۔ موسیو بشیر الدین محمود جنہوں نے رجعت اور حلول۔ اور اتحاد اور صیرورت۔ اور ظل اور بروز اور تناسخ کی مشرکانہ تصورات کا مبتدیانہ سبق۔ ایران و ہندوستان۔ بلکہ یوں کہئے۔ کہ اپنے والد ماجد سے پڑھا ہے" (ستارہ صبح ۳۰ ستمبر)

جناب ظفر علی خاں صاحب کی تحریر کا یہ ہی نمونہ جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں۔ ایک سطر ایک نقطہ اور ایک حرف بھی ایسا نہیں نکلا جو پایہ تہذیب سے گرا ہوا ہو۔ اس سے سمجھ لینا چاہئے۔ کہ ان کے نزدیک تہذیب کسی ایسے جانور کا نام ہے۔ جس کو دنیا ناواقف ہے۔ اور انجان ہے۔ اگر ان چند ایک اقتباسات میں ایک سطر۔ ایک نقطہ اور ایک حرف بھی ایسا نہیں جو پایہ تہذیب سے گرا ہوا ہے تو ان کی تہذیب کی حقیقت معلوم شد۔ یہ انھیں کو مبارک ہو۔

ختم نبوت پر مولوی محمد علی کی تقریر اور اس پر ایک نظر

(۲)

گذشتہ مضمون میں ختم نبوت کے متعلق یہ بحث ہو چکی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کا یہ قول کہ "اس بات پر امت کا اجماع اور اتفاق قومی ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کسی قسم کا نبی نہیں آسکتا" بالکل غلط اور باطل ہے۔ کیونکہ ہم دکھلا چکے ہیں کہ امت میں سے جلیل القدر علماء از زمانہ صحابہ "تا ایں زماں" آنحضرت صلعم کی اتباع میں وجود نبی کو جائز قرار دیا ہے اور ایک نبی موعود کے آنے پر اجماع امت اور اتفاق قومی ہے۔ اب ذیل میں ان بقیہ باتوں کا جواب دیا جاتا ہے۔ مولوی محمد علی صاحب اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ آیت ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں لفظ لکن رسول اللہ اس غرض کے لئے آیا ہے کہ آنحضرت صلعم کی ابوت روحانی کو ثابت کیا جائے لیکن وخاتم النبیین کو جو کہ رسول اللہ پر معطوف ہے اس مقصد کو ادا کرنے والا نہیں جس کو لفظ رسول اللہ ادا کرتا ہے۔ ہم ان سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا انھیں اتنا بھی معلوم نہیں۔ کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ اور معطوف معطوف علیہ صفت موصوف نہیں ہوتے۔ اگر صفت موصوف ہوتے تو یہ کہنا درست ہو سکتا تھا کہ یہ ایسا رسول ہے جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔ لیکن یہ تو علیحدہ علیحدہ صفتیں ہیں۔ جو ذات محمدیہ میں پائی جاتی ہیں۔ یعنی ایک ابوت روحانی عام مومنین کے لئے اور دوسری خاص مومنوں کے لئے جو کہ انبیاء ہیں۔ کاش مولوی محمد علی صاحب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رح کی کتاب تحذیر الناس ہی پڑھ لیتے۔ تو ایسی فاش غلطی سے محفوظ رہتے لیکن

جس کا مقصد وہ موکا وہی ہو اسے تحقیق سے کیا غرض جہاں ہم تفسیر النساس کا حوالہ درج کرتے ہیں۔ جو یہ ہے

"حاصل مطلب آیہ کریمہ اس صورت میں یہ ہوگا۔ کہ ابوت معروفہ تو رسول کریم صلعم کو کسی مرد کی نسبت حاصل نہیں۔ پر ابوت معنوی امتیوں کی نسبت بھی حاصل ہے۔ اور انبیاء کی نسبت بھی حاصل ہے۔ انبیاء کی نسبت تو فقط خاتم النبیین شاہد ہے۔ الخ"

اب ایسی نبوت کونسی ہے جس سے نبی کریم صلعم کی نبوت منقطع اور بے اثر اور منسوخ ہوجائے۔ جو شخص آنحضرت کے بعد ایسا نبی ہوتا ہے۔ جو آپ کی پیروی اور فیضان سے نبی بنتا ہو اور جس کی نبوت آنحضرت صلعم کی نبوت کے بقا اور حیات النبی کا زبردست ثبوت ہو۔ اور جس کی نبوت سے آنحضرت کی نبوت کا دامن تاقیامت وسیع ثابت ہوتا ہو ایسے شخص کی نبوت کو خاتم النبیین کے خلاف سمجھنا پرلے درجے کی ہٹ دھرمی اور نادانی ہے۔

قولہ کسی عقیدہ کی بنیاد متشابہات پر نہیں ہونی چاہئے۔ ختم نبوت کے لئے ہمارے پاس محکمات ہیں۔ کیونکہ متشابہات کی پیروی فتنہ پیدا کرتی ہے۔ یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے معنی مہر کے ہیں اور حضرت نبی کریم کے ہاتھ میں کوئی مہر ہے۔ جس کو نبی بنانا چاہا جھٹ مہر لگائی تو بنا دیا۔ پھر تیرہ سو برس میں ایک ہی کیوں بنا۔

اقول کاش مولوی محمد علی صاحب اپنے نزول کے سوابق فعل دیکھیں۔ لیکن ہمیں تو جہاں تک معلوم ہے جس دن مولوی محمد علی صاحب نے خلافت سے بغاوت کی ٹھان لی ہے۔ اسی دن سے ان کے قول اور فعل میں ہوا اور مہر کی ضد پیدا ہوگئی ہے۔ ہمیشہ ہی ان باتوں پر تھا کہ قرآن کریم میں نبی کریم صلعم کو انما ہی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو اللہ نے ... اگر چھوڑ دیں تو دیکھو (مولوی محمد علی کا رسالہ متعلق مسئلہ کفر و اسلام) اس کے بعد مولوی محمد علی کے لئے لازم تھا کہ وہ اپنا

رو سے سخن تھا وہ ہمیں کبھی طرف نہ کرتے۔ پھر انھوں نے یہ کہا کہ خلافت نہیں صرف انجمن ہے۔ پھر عہدہ امارت اور امیر قوم کا خطاب ایجاد کر لیا۔ حالانکہ ہم بار بار کہہ چکے ہیں۔ کہ امیر عربی کے لحاظ سے اسکو کہتے ہیں۔ جس کا امر واجب التعمیل ہو۔ اور عوام ہندوستانیوں کی زبان میں کثیر المال و دولتمند کو کہتے ہیں۔ اور مولوی محمد علی صاحب کو یہ دونوں حیثیتیں حاصل نہیں۔ پھر ان کو امیر لکھنے۔ اور خود جناب سے کبھی کبھی تحریں آگر یہ کہہ دینے کہ ہمیں جو خطاب امیر ہے یہ کس طرح درست ہو سکتا ہے کیا اچھا ہوتا کہ فرعون بے سامان یا سلطان بلا سلطنت سے آپ کو ملقب کیا جاتا۔ مولنا روم نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

نفس ہر کس کمتر از فرعون نیست
لیک آں را عون ما را عون نیست

مولوی محمد علی صاحب کو اس بات سے کبھی ندامت نہیں آئی۔ کہ وہ بے محل اور مصنوعی لفظوں سے کیوں خوش ہوتے ہیں۔ اور اپنے دوستوں کو متنبہ نہیں کرتے۔ کہ وہ ان سے تمسخر نہ کیا کریں۔ مگر وہ ایسا کیوں کرنے لگے۔ ان کو صرف قول کی غرض ہے عمل اور واقعات سے کیا سروکار۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں اور خاتم النبیین کے معنی نبیوں کے بند کرنے والا ہے۔ کس طرح سے محکمات سے اس کو ثابت کرتے ہیں۔ اور متشابہات کی پیروی نہیں کرتے۔ ہم مدتوں سے ان پیغامیوں کی گفتگو میں محکم و متشابہات لفظ سنتے ہیں۔ لیکن آجتک ان میں کا کوئی ایسا دلیر نہیں دیکھا جس نے محکمات اور متشابہات کی علیحدہ علیحدہ فہرست دنیا کے سامنے پیش کی ہو یا ایسی تعریف ہر ایک قسم کی کی ہو جو دونوں قسموں کو علیحدہ علیحدہ ممتاز کر دے۔ آجتک تو انکا شیوہ یہی رہا ہے کہ جس آیت یا عبارت کو اپنے استدلال میں لاتے ہیں وہ محض ان کے استدلال سے محکم ہو جاتی ہے۔ اور جو آیت یا عبارت خصم پیش کرے وہ جھٹ متشابہات میں داخل ہوتی ہے۔ مہر کے متعلق تو ہم آئندہ چل کے لکھیں گے پہلے یہ دیکھیں

خواجہ حسن نظامی صاحب
مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری
سے
چند سوالات

مندرجہ ذیل مضمون ہمارے پاس دہلی سے موصول ہوا ہے جس کے لکھنے والے کوئی غیر احمدی صاحب ہیں۔ جنہیں سلسلہ احمدیہ سے اتنی ہی نفرت تھی جتنی خواجہ حسن نظامی صاحب سے عقیدت تاہم وہ خواجہ صاحب سے چند سوالات بذریعہ اخبار پوچھنے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ اس لئے ہم انھیں درج ذیل کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

خواجہ حسن نظامی صاحب و قادیانی صاحب میں کچھ دنوں سے خوب چھن رہی ہے۔ مباہلہ کے گرما گرم مضامین دیکھنے میں آتے ہیں۔ مباہلہ واقعی اگر کوئی اسلامی حربہ ہے۔ تو اس میں کلام نہیں کہ ایک حد تک دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے بہترین ہتھیار ہے۔ خواجہ حسن نظامی صاحب کی ایک گھنٹہ کی میعاد نے جس کی انھوں نے قادیانی خلیفہ صاحب کو اجمیر شریف میں دعوت دی تھی۔ کم از کم مجھے تو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ جس کے تسلیم کرنے کے لئے میری عقل تو تیار نہیں۔ اگرچہ میرے اعتقاد کی رو سے قادیانی صاحب راہ راست پر نہیں۔ لیکن خواجہ صاحب کے جواب میں جو مضامین انھوں نے اپنے اخبار میں نکالے ہیں۔ وہ نہایت معقول ہیں۔ مجھے خواجہ صاحب سے جس قدر عقیدت حاصل تھی اسی قدر قادیانی فرقہ سے سخت نفرت تھی۔ اب تک میں اس سلسلہ میں دخل ہونا نہیں چاہتا لیکن چاہے خدا مارے چاہے چھوڑے خواجہ صاحب کے مقابلہ میں وہ راستی پر ہیں۔ خدا کو

سامان دیتی ہے۔ ان کی شرائط نہایت مہمل ہیں۔ غضب خدا کا خواجہ صاحب جیسے مضمون نویس ان کے مقابلہ میں ایسی پھیکی تحریر لکھیں کہ بیوقوف سے بیوقوف انسان ان کی گھبراہٹ اور سراسیمگی معلوم کرلے۔ اگر میں غلطی نہیں کرتا خواجہ صاحب نے اپنے تمام مضامین میں ایک آیت قرآنی سے اپنے دعوے کا استدلال نہیں کیا۔ اگرچہ میں کوئی عالم نہیں لیکن کیونکہ ایک مقتدر مولوی صاحب نے خلاف ضمیر محض قادیانی فرقہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے خواجہ صاحب کی بیجا تائید کی ہے۔ میں اپنی رائے ناقص کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) مباہلہ کا چیلنج خواجہ صاحب نے دیا ہے۔ اب مباہلہ سے انکار کرنا۔ ان کو زیبا نہیں۔

(۲) خواجہ صاحب کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قادیانی خلیفہ صاحب کے ہم پلہ ہونے کے مدعی ہیں ورنہ وہ عمرالدین نامی کلرک قادیانی جو ان کے پاس نظام الدین پہنچے تھے اور بذریعہ اشتہار انھیں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا مباہلہ کرلیتے۔ لیکن خواجہ صاحب نے اس اشتہار کا جواب نہیں دیا۔ اور خلیفہ صاحب قادیانی کے مقابلہ میں اپنے آپ کو پیش کیا۔ اب ان کے شرائط کو بے چون وچرا مان لینا چاہیئے۔

(۳) ایک ہزار آدمی کا مطالبہ اور پانچ ہزار روپیہ کی ضمانت عجب عقل اور دور اندیشی پر دال ہے۔ یہ جوڑ ہرگز نہیں۔ خلفائے کرام کی تو میں کہتا نہیں محمود غزنوی نے راجہ جیپال سے اس کے بیٹے بطور یرغمال کے لئے تھے۔ جو بعینہٖ یہی صورت تھی۔

(۴) اگر خواجہ صاحب عملاً ان کے ہم پلہ ثابت نہیں ہوتے۔ تو قادیانی صاحب کو حق حاصل تھا کہ اپنے مریدوں میں سے کسی مرید کو خواجہ صاحب کے مقابلہ میں کھڑا کر دیتے۔ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ خواجہ صاحب کو اپنے کرایہ پر قادیان بلایا۔ خواجہ صاحب کو خلیفہ صاحب قادیانی کی اس فراخ حوصلگی کا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ اور اس کرامت کا ثبوت دینا چاہیئے۔ جس کے وہ مدعی ہیں۔ خدا کرے قادیانی صاحب اپنی بات پر قائم رہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ادھر خواجہ صاحب جانے پر رضامند ہوں تو اُدھر وہ کچھ پیچدار شرط اڑا دیں۔

میں منتظر تھا کہ ایڈیٹر صاحبان اس معاملہ میں اپنی آراء کا اظہار کریں گے۔ میرے خلاف توقع مولوی ثناء اللہ صاحب نے خواجہ صاحب کی تائید کی ہے اور لکھا ہے کہ مباہلہ کا اثر ایک گھنٹہ میں ظاہر ہوتا ہے وفد نجران کے لوگ اگر مباہلہ کرتے تو وہ سور اور بندر بنجاتے۔

اس کے متعلق مجھ کو مولوی ثناء اللہ صاحب سے مطالبہ ہے۔ کہ وہ میرے سوال کا جواب اپنے اخبار میں شائع فرمادیں۔ اور مندرجہ ذیل سوالات میں خواجہ حسن نظامی صاحب سے کرتا ہوں یقین کہ وہ مجھ کو بذریعہ خط یا بذریعہ اخبار جواب سے شاد فرمادیں گے۔ سوالات یہ ہیں۔

(۱) کیا آپ واقعی ایسی کرامت دکھا سکتے ہیں۔ تو میں مؤدبانہ آپ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں۔ کہ خلیفہ صاحب قادیانی کو چھوڑ کر کسی قادیانی مرید پر ضرور دکھائیں۔ اگر کوئی قادیانی صاحب خواجہ صاحب کے مکان پر تشریف لادیں گے تو ان کا کرایہ بندہ پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔ بشرطیکہ آنے جانے کا کرایہ دس روپیہ سے زیادہ نہو۔ خدا کرے خواجہ صاحب رضامندی کا اعلان کرکے ان شاندار قبروں کی عزت رکھ لیں ورنہ خواجہ صاحب یاد رکھ لیں کہ آریوں اور عیسائیوں کی طرح انھوں نے بھی اسلام کی ہنسی اڑائی ہے۔

(۲) کیا آپ حضرت علی کرم اللہ وجہ کی فضیلت کے موجودہ ترتیب خلافت کو غلط تسلیم کرتے ہوئے قائل ہیں۔ یا خواجہ صاحب آپ تقیہ سے گفتگو کرتے ہوئے با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام کے مصداق بنے ہیں۔

(۳) اصل خط جو آپ کو کسی قادیانی نے لکھنؤ سے لکھا تھا۔ اگر میں آپ کے رین بسیرے پر حاضر ہوں تو دکھا سکتے ہیں۔ مجھکو قادیانی تصور نہ فرمایئے۔ بھوجلہ پہاڑی پر رہتا ہوں۔ دہلی کا رہنے والا ہوں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب سے ایک سوال

کیا واقعی مباہلہ کا اثر فوراً ظاہر ہوتا ہے۔ کیا میں کسی آریہ مہاشہ کو آپ کے سامنے پیش کروں۔ اگر آپ یہ فرمادیں گے۔ کہ ممکن ہے میری دعا قبول نہ ہو حضور رسول خدا کی دعا سے وفد نجران کے لوگ بندر سور بن جاتے۔ تو حضرت مولوی صاحب اس کے اس جواب پر آپ کیا جواب دیں گے۔ کہ یہ کوئی واقعہ نہیں جو پایۂ ثبوت تک پہنچ گیا ہو۔ اس دعوے کی قدر وقیمت غالب کا یہ مصرعہ خوب کھولتا ہے ؎

دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔

دنیا دیکھے کہ مولوی صاحب اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔

(خاکسار۔ محمد شریف حنفی پہاڑی بھوجلہ متصل مسجد گڑھ کپتان۔ دہلی)

چند کلرکوں کی ضرورت

برادران السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ ہمارے دفتر میں چند کلرکوں کی ضرورت ہے۔ میں ان احمدی بھائیوں کی خدمت میں جنہوں نے مڈل پاس کیا ہو یا انٹرنس۔ التماس کرتا ہوں کہ ذیل کے پتہ پر فوراً درخواستیں ارسال کردیں۔

The Officer Commanding
Followers Control Depot.
امرتسر

بحکم جناب خانبہادر مولوی محمد حسین صاحب ایڈیشنل سب جج بہادر کانپور

سمن بنابر انفصال مقدمہ

حسب (آرڈر ۵ قاعدہ ۲۰ ضابطہ دیوانی)

نمبر مقدمہ ۳۸۵ سنہ ۱۹۱۷ء

بعدالت ایڈیشنل سب ججی کانپور - ضلع کانپور

فرم شیام سندر تلسی رام واقع لاٹوش محال شہر کانپور بذریعہ رامچندر ولد چوکھی لال قوم اگروالہ احد المالکان فرم مذکور مدعی

بنام

توم سونڈا مل شیو نراین واقع رسالدار نمبر ۳ کانپور سمن کی تعمیل سونڈا مل ... ...

... ہولد نامعلوم قوم اگروالہ ساکن گونڈا وغیرہ مدعا علیہم

بنام سونڈا مل شیو نراین واقع رسالدار نمبر ۳ کانپور سمن کی تعمیل سونڈا مل ولد نامعلوم قوم اگروالہ ساکن گونڈا و ڈلا مل و ہرسا مل و گلا مل - پسران نامعلوم قوم اگروالہ ساکن تونڈا ریاست جے پور نظامت نیم کا تھانہ رامپال ولد نامعلوم قوم اگروالہ ساکن نیم کا تھانہ متعلق ریاست جے پور ہنومان نابالغ ولد بھگت رام متوفی بولایت مساۃ بدامی مادر خود قوم اگروالہ ساکن رائے پور متعلق ریاست جے پور نظامت نیم کا تھانہ مدعا علیہم -

ہرگاہ مدعی نے تمھارے نام ایک نالش بابت تین ہزار روپیہ کے دائر کی ہے - لہٰذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۵ ماہ اپریل سنہ ۱۹۱۸ء وقت ۱۰ ½ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو - اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کر جواب ایسے سوالات کا دے سکے - حاضر ہو - اور جوابدہی دعویٰ کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تمکو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز دستاویز جنپر تم اپنی جوابدہی کی تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہو - اسی روز پیش کرو - تمکو اطلاع دیجاتی ہے - کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور منفصل ہوگا -

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲ ماہ مارچ سنہ ۱۹۱۸ء جاری کیا گیا -

اطلاع

(۱) اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمھارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہ ہونگے - تو تم عدالت ہذا سے سمن بایں مراد جاری کرا سکتے ہو کہ جو گواہ نہ حاضر ہو - وہ جبراً حاضر کرا دیا جائے - اور جس دستاویز کو کسی گواہ سے پیش کرانے کا تم استحقاق رکھتے ہو وہ اس سے پیش کرائی جائے - بشرطیکہ تم خرچہ ضروری عدالت میں داخل کرکے اس امر کی درخواست گذرانو -

(۲) اگر تم مطالبہ مدعی کو تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ روپیہ معہ خرچہ نالش عدالت میں داخل کرو - تاکہ کارروائی اجرائے ڈگری جو تمھاری ذات یا مال یا دونوں پر ہو کرنا نہ پڑے -

---

ہنگامۂ یورپ

رومانیہ سے نامہ و پیام ملتوی کیا گیا

لنڈن ۲ - مارچ - ایمسٹرڈم - برلن کا ایک تار مظہر ہے کہ وسطی سلطنتوں نے رومانیہ کے ساتھ نامہ و پیام ملتوی کر دیا ہے - آثار سے ظاہر ہے - کہ اس التوا کی وجہ یہ ہے کہ رومانیہ نے دشمن کے بھاری مطالبات پر اعتراض کیا ہے -

مہم عراق عرب

لنڈن ۲ - مارچ - ریوٹر کا خاص نامہ نگار مقیم عراق عرب مقام بغداد سے ۲۷ - فروری کو تار دیتا ہے کہ ہمارے ہوائی جہازوں نے اس ہفتہ میں محاذ فرات پر بڑی سرگرمی ظاہر کی - پہلی رات ہمارے ہوا بازوں نے ہت میں ترکی ہوائی جہازوں کے گوداموں - اور صلاحویا میں نہر کے کنارے پر واقع قیامگاہوں پر بم گرائے - دو سابقہ راتوں میں ۹ بجے سے بمباری شروع ہو کر دن نکلنے تک جاری رہی - دن کے وقت بھی حملے کئے گئے - اس محاذ پر ۵ دن میں ۲۰۰ بم گرائے گئے - ان کارروائیوں کے دوران میں ہمارے کسی ہوائی جہاز کا نقصان نہیں ہوا - علاوہ ازیں رسالہ اور زرہ پوش موٹر کاروں کے ایک حملے اور مختصر سی دیکھ بھال کے

ماہ دسمبر کے پہلے ہفتہ سے لڑائیاں صرف ہوائی محاربوں رسالہ کے حملہ میں ہم ہت سے تین میل کے فاصلہ کے اندر گھس گئے اور ۳۰ قیدی گرفتار کئے - جن میں ایک افسر ہے -

جرمن حکمرانوں کی کونسل

لندن - ۲ - مارچ قیصر نے تمام حکمران جرمن خاندانوں کو صدر مقام میں ایک شاہی کونسل میں بلایا ہے -

روس میں جرمن پیش قدمی

لنڈن - ۲ مارچ پیٹرو گراڈ ایک اعلان مظہر ہے کہ بظاہر جرمن روس کے اندر دور تک گھس جانے کیلئے لڑائیوں کے رک جانے میں تاخیر سے فائدہ اٹھانے کا ارادہ کر رہے ہیں - اس اعلان میں حکم دیا گیا ہے کہ بغیر اخیر تک لڑنے کے کوئی چیز ہاتھ سے نہیں دینی چاہیئے - اور بیان کیا گیا ہے کہ دشمن ہر جگہ صرف چھوٹے چھوٹے دستوں سے کام لے رہا ہے -

دشمن کے نئے مطالبات

لنڈن - ۳ - مارچ پیٹروگراڈ بریسٹ لٹووسک سے روسی ڈیلی گیٹوں نے ۲ - مارچ کو تار دیا کہ جیسا کہ خیال کیا گیا تھا - صلح کے عہدنامہ کے متعلق مشورے بالکل بیہودہ ثابت ہوئے - بلکہ انھوں نے حالت اور خراب کر دی اور ممکن ہے کہ ایک اور الٹی میٹم پیش کیا جائے - اس بات کو اور جب تک جرمنوں کے صلحنامہ پر دستخط نہیں ہو جاتے لڑائی بند کرنے سے انکار کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے عہدنامہ پر بغیر اس کے مضمون پر غور کرنے کے دستخط کر دینے کا اور دستخط ہو جانے کے بعد روانہ ہو جانے کا فیصلہ کیا اس لئے ہم نے ایک ٹرین کے لئے درخواست کی ہے - کیونکہ ہمارا ارادہ صلحنامہ پر آج دستخط کر کے اس کے بعد روانہ ہو جانے کا ہے - نئی شرائط میں سے سب سے زیادہ سخت شرط علاقہ جات کرداہان کرس اور بیٹوم کو لوگوں کے خود فیصلہ کرنے کے بہانے پر روسی علاقہ سے علیحدہ کر دینے کا مطالبہ ہے -

روس اور جرمنی کے صلحنامہ پر دستخط ہو گئے

لنڈن ۳ - مارچ ایک بے تار برقی جرمن سرکاری اعلان مظہر ہے کہ صلحنامہ کے عہدنامہ پر دستخط ہو جانے کی وجہ سے روس کلاں میں فوجی نقل و حرکت بند ہو گئی ہے -

باہتمام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا -